Urdu Studies
An international, peer-reviewed,
bilingual research journal
ISSN: 2583-8784 (Online)
Vol. 6 │Issue 1 │Year 2026
Pages: 126-135

سیماب اکبر آبادی اور علامہ اقبال کی شاعری کا تقابلی مطالعہ

رؤف خیر

Abstract. This article critically examines the declining standards of doctoral research in certain universities, highlighting the commercialisation of Ph.D. degrees, ghostwriting, inadequate supervision, and the manipulation of research for personal and professional gains.
Keywords. Su<u>kh</u>anha-e guftani, Barter system, Unethical academic practices, Spousal enhancement, Simab Akbarabadi, Allama Iqbal.

بعض یونیورسٹیوں میں پی ایچ ڈی کے مقالے تھوک کے بھاؤ لکھے جا رہے ہیں بلکہ لکھوائے جا رہے ہیں اور ایسے ایسے موضوعات پر مقالے لکھوائے جا رہے ہیں کہ جن سے مقالہ نگاروں کو بہ ذاتِ خود واقفیت ہی نہیں ہوتی اور نہ نگران کما حقہ ،واقف ہوتے ہیں۔بس کوئی نہ کوئی موضوع کسی نہ کسی سکالر کو سونپ کر پروفیسر اپنے کوٹے کی تکمیل چاہتے ہیں تاکہ ان کی کلاہِ مبارک میں سرخاب کے پر کا اضافہ ہو۔

بعض پروفیسر اپنی نصف بہتر کو بھی مزید بہتر بنا کر ڈاکٹر بنا دینے کے لیے تن من دھن لگا دیتے ہیں۔تزئین زوج، کے لیے بارٹر سسٹم پر لین دین بھی ہوتا ہے۔ریسرچ سکالر کے لیے مقالہ لکھ کر دینے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں۔یہ کام جامعہ کے باہر والے، کبھی کچھ اندر والے سر انجام دیتے

ISSN: 2583-8784 (Online)
Formerly UGC-CARE Listed since October 2021
Published on October 23, 2026
http://www.urdustudies.in
https://creativecommons.org/licenses/by-nc-nd/4.0/?ref=chooser-v1

ہیں۔"پروفیسر گیان چند جین کے خطوط مشاہیر ادب کے نام" (جلد اول) سے پتہ چلا کہ مطالعہ امیر مینائی کو مطالعہ داغ میں ڈھالنے کا "فرضِ کفایہ" درگاہِ جامعہ کے ایک مجاور نے ادا کیا تھا۔(خطوط مرتبہ ٹی آر رینا جموں) ظاہر ہے ایسے تمام امور خلوص کی بنیاد پر نہیں بلکہ "فلوس" کے سہارے آگے بڑھتے ہیں۔ اس طرح پی ایچ ڈی ہو جانے والوں کا اسی طرح کسی نہ کسی دانش گاہ میں تقرر بھی ہو جاتا ہے۔ بقول رؤف خیر،

اور کیا ہو گی بھلا علم و ادب کی توہین
جن کو پڑھنا نہیں آتا وہ پڑھانے نکلے

پی ایچ ڈی کے بعض ایسے مقالے بھی ہیں جو محض ڈگری کے حصول کے لیے رواروی میں لکھے یا لکھوائے گئے۔ جو برسوں بعد بھی کبھی کتابی صورت میں منظرِ عام پر نہ لائے گئے۔

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئے

اتنی ساری دراز نفسی اور تمہید کا مقصد یہ ہے کہ ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے مطالعے میں پی ایچ ڈی کا ایک دل فریب مقالہ آیا "علامہ سیماب اکبر آبادی اور علامہ اقبال کی شاعری کا تقابلی مطالعہ" (رومانویت، وطنیت اور مذہبی رجائیت کے حوالے سے) مقالہ نگار ہیں آفاق خالد۔ یہ مقالہ پی ایچ ڈی (اردو) کی ڈگری کی جزوی تکمیل (کذا) کے لیے فیکلٹی آف لنگویجز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد پاکستان میں جون ۲۰۲۴ء میں پیش کیا گیا جس کے نگران ڈاکٹر شفیق انجم ہیں۔

ایسا لگتا ہے مقالہ نگار سیماب اکبر آبادی سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ اس کے لیے سیماب جیسے شاعر کا علامہ اقبال جیسے نابغہ ءروزگار سے تقابل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی سائیکل کا ہوائی جہاز سے ٹکرانا۔ سیماب اکبر آبادی کی تعریف میں وہ بھلے ہی زمین و آسمان کے قلابے ملاتا مگر علامہ اقبال پر اس کا فوقیت دینا جسارتِ بے جا سے کم نہیں۔ مقالہ نگار کی اندھی عقیدت سیماب کو بھی لے ڈوب رہی ہے۔

مقالہ نگار نے لکھا کہ سیماب کے والد نے ان کا نام "شیخ عاشق حسین صدیقی" رکھا تھا۔ ہمارا خیال ہے سیماب کے والد کو لاشعوری طور پر الہام ہوا تھا کہ ان کا بیٹا آگے چل کر "فاعلاتن مفاعلن فعلن" کے افاعیل میں سیماب صفت ہو گا۔ چناں چہ اس نومولود کا نام بحر میں رکھا (شیخ عاشق حسین صدیقی)۔

مقالہ نگار نے سیماب کی تاریخ پیدائش کہیں ۵ جون ۱۸۸۰ء کہیں ۱۸۸۲ء لکھی۔ اور بیاسی ۸۲/ رجب (کذا) ۱۲۹۹ ھجری سنہ لکھا۔ اگر ہجری سنہ کو بنیاد بنایا جائے تو عیسوی سنہ غلط ٹھیرتے ہیں۔ خود سیماب اکبر آبادی نے اپنی تاریخ پیدائش کے سلسلے میں ایک تاریخی شعر کہا ہے:

ستاسی سال بعدِ میر ہے تخلیق غالب کی
یہی وقفہ ہے میری اور غالب کی ولادت کا

مرزا غالب کی پیدائش بقول غالب "ان کی تاریخ میرا تاریخا" کے حساب سے ۱۲۱۲ ہجری طے ہے۔ ان کے ستاسی برس کے وقفے کے بعد سیماب کا ۱۲۹۹ ہجری میں پیدا ہونا بھی صحیح مگر غالب کا میر کے ستاسی برس بعد پیدا ہونا یوں غلط ہے کہ میر کی پیدائش دیگر تذکروں کے مطابق ۱۱۳۷ھ ہے۔ گویا میر اور غالب کے درمیان ستاسی برس کا وقفہ نہیں بلکہ پچھتر برس کا ہے۔ اس طرح سیماب کا شعر غلط ہو جاتا ہے۔

جہاں تک تعلیم کا معاملہ ہے مقالہ نگار نے لکھا کہ سیماب نے ابتدائی تعلیم فارسی اور عربی میں جمال الدین سرحدی اور رشید احمد گنگوہی سے حاصل کی۔ اجمیر سے ملحقہ گورنمنٹ اسکول سے میٹرک کامیاب کیا۔ ایف۔اے کے آخری سال میں تھے کہ سیماب کے والد کا انتقال ہو گیا تو تعلیم ادھوری چھوڑ دی۔ سیماب اور اقبال کی تعلیم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ دونوں کا تقابل کیسا؟ مقالہ نگار نے اپنے ممدوح سیماب اکبر آبادی کے بارے میں انکشاف فرمایا کہ حضرت سیماب نے نظم و نثر میں تقریباً تین سو کتابیں لکھی ہیں جن میں نصف سے زیادہ اشاعت سے محروم رہ گئیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں بیشتر کے مسودے بھی نہ رہے لیکن مختلف لوگوں کے مضامین اور تذکروں سے ان کتابوں کا پتہ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ضیا فتح آبادی کی کتاب "ذِکرِ سیماب" اور راز چاند پوری کی کتاب "داستان چند" میں کئی کتابوں کا ذکر ہے۔ اعجاز صدیقی نے سیماب اکیڈمی ممبئی کے ذریعے ان کتابوں کی

فہرست ایک کتابچے کی صورت میں شائع کی تھی۔ مقالہ نگار نے سیماب کے چند مجموعوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ سیماب کاغذ پر پہلے قافیے لکھ لیتے تھے پھر انھیں شعر میں ڈھالتے تھے۔

۱۔ سیماب کی نظموں کا پہلا مجموعہ "نیستاں" (پچھتر نظموں پر مشتمل) ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔
۲۔ کارِ امروز۔ دوسرا مجموعہ ایک سو سینتیس ۱۳۷ نظموں پر مبنی ۱۹۳۴ء میں چھپا۔
۳۔ سیماب کی ۱۴۹ نظموں کا مجموعہ "سازِ آہنگ" ۱۹۴۱ء میں منظرِ عام پر آیا۔
۴۔ واقعۂ کربلا کے متعلق نوحے اور سلام کا مجموعہ "سرودِ غم" جنوری ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا۔
۵۔ ایسی ہی کربلائی نظموں کا مجموعہ "نفیرِ غم" ۱۹۴۳ء میں منظر عام پر آیا۔
۶۔ تین سو سے زائد رباعیوں کا مجموعہ "عالم آشوب" ۱۹۴۴ء میں اشاعت پذیر ہوا۔
۷۔ مولانا رومی کی مثنوی کا مکمل منظوم اردو ترجمہ "الہام منظوم" ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔
۸۔ قرآنِ مجید کے مکمل تیس پاروں کا منظوم ترجمہ "وحیِ منظوم"۔ ۱۹۵۳ء میں چھپا۔
۹۔ غزلوں کا مجموعہ "کلیم عجم" ۱۹۳۶ء میں چھپا۔
۱۰۔ غزلوں کا مجموعہ "سدرۃ المنتہیٰ" ۱۹۴۶ء میں چھپا۔
۱۱۔ غزلوں کا مجموعہ "لوحِ محفوظ" بعد از مرگ ۱۹۸۳ء میں منظر عام پر آیا۔
۱۲۔ فن شاعری پر ایک کتاب "دستور الاصلاح" ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی۔
۱۳۔ عروض و شاعری پر ایک کتاب "رازِ عروض" (سنہ ندارد)۔

ان کے علاوہ سیرت و سوانح میں رسول اللہ اور غیر اللہ کی کوئی قید نہیں رکھی۔ سیرت النبوی کے ساتھ ساتھ سیرتِ غوث اعظم اور سوانح خواجہ غریب نواز بھی لکھیں۔ سیرت خدیجہ الکبریٰ کے علاوہ سوانح نور جہاں بھی قلم بند کر ڈالی۔

فکشن میں بھی سیماب نے اپنے جوہر دکھائے کئی ناول، کئی افسانے، کئی ڈرامے لکھ ڈالے۔ نظم و نثر میں اتنے کارناموں کے باوجود سیماب کو وہ شہرت و مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو علامہ اقبال کے حصے میں آئی۔ ادب میں کمیت کی نہیں بلکہ کیفیت کی اہمیت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سیماب کے تقریباً ڈھائی

ہزار شاگرد تھے۔ میر چوں کہ پہلے ہی سے "خدائے سخن" کہلاتے تھے اس لیے سیماب "ناخدائے سخن" کہلائے۔ انھیں "تاج الشعرا" بھی کہا جاتا تھا۔

سیماب نے مولانا رومی کی مثنوی کا منظوم اردو ترجمہ تو کیا مگر رومی کی فکر سیماب کے رگ و ریشے میں سرایت نہیں کر پائی جب کہ علامہ اقبال نے رومی کی رہنمائی میں آسمانوں (افلاک) اور سیاروں کی سیر کر کے "جاوید نامہ" جیسا شاہ کار دنیائے ادب کو دیا۔ چھے سو پروں والے روح الامین نے اپنی اوقات پہچانی اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھنے کی جسارت نہیں کی جب کہ حضرت سیماب نے نہ صرف "سدرۃ المنتہیٰ" پر قدم رنجہ فرمایا بلکہ "لوحِ محفوظ" تک رسائی حاصل کر لی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مقالہ نگار نے سیماب کی نظم و نثر کی کئی کتابوں کا ذکر تو کیا اگر انھوں نے تھوڑی اور محنت کی ہوتی تو ان کی تحقیق میں یہ بات بھی آتی کہ سیماب اکبر آبادی کی ہندوؤں کے ایک دیوتا سری کرشن سے بے انتہا عقیدت رہی ہے جو ان کی معرکہ آرا کتاب "کرشن گیتا" سے مترشح ہے۔ حضرت سیماب سری کرشن کو نہ صرف ایک مذہبی شخصیت بلکہ ایک فلسفی، رہنما، ماہرِ نفسیات اور اس سے بڑھ کر خدا کا پیغمبر مانتے تھے۔ ملاحظہ ہو سیماب کی "کرشن گیتا" گیارہ پابند نظموں پر مشتمل چونتیس ۳۴ صفحات کی کتاب جو ۱۹۴۰ء میں انڈین پریس الہ آباد سے شائع ہوئی تھی۔ سری کرشن سے عقیدت کی بنیاد پر سیماب کہتے ہیں:

> ان (کرشن) کے ابتدائی حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔
> اگر سری کرشن کو موسیٰ، کنس کو فرعون، برج کو مصر اور جمنا کو رودِ نیل مان لیا جائے
> تو حضرت موسیٰ اور سری کرشن کے ابتدائی حالاتِ زندگی کنس اور فرعون کی موت
> تک بالکل مل جاتے ہیں۔

اس کتاب (کرشن گیتا) میں تمام نظمیں ہر سال کرشن کے جنم دن (یعنی جنم اشٹمی) پر سیماب نے لکھی ہیں۔ ایک نظم "میرا پیام" میں خود سیماب لکھتے ہیں (سیماب اکبر آبادی کی کرشن گیتا):

ہر سال پر صحیفۂ رنگیں بصد جمال   کرتا ہے ترجمانیِ جذباتِ لازوال
ہر سال کرشن جی کی مناتا ہے یادگار   بنتا ہے نقش نقش مصور کا شاہ کار

ہر سال اہلِ فکر کو دیتا ہے اک پیام ہر سال درس و پند کا کرتا ہے اہتمام

اب ہم مقالہ نگار کے ذوقِ تحقیق پر چھوڑتے ہیں کہ کرشن کنھیا کی گوپیوں سے چھیڑ چھاڑ اور رادھا سے تعلقات پر بھی سیماب کی کرشن گیتا کے حوالے سے روشنی ڈالیں تا کہ سیماب سے ان کی عقیدت پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے۔ع ساغر کی تہہ میں قطرۂ سیماب رہ نہ جائے۔

مقالہ نگار نے چوں کہ سیماب اور اقبال کے کلام کا تقابلی جائزہ لینے کی ٹھان رکھی ہے تو اس مرحلے پر ہم اک شعر جو اقبال کی عقیدت کا لبِ لباب ہے پیش کرتے ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور یہ جو اقبال نے گوتم بدھ، رام اور گرونانک، سوامی تیرتھ رام وغیرہ کے تعلق سے کچھ شعر کہے ہیں تو وہ بطورِ "خراجِ عقیدت" نہیں بلکہ "بطرز خراج تحسین" کہے ہیں۔

ہے رام کے وجود پہ ہندو ستاں کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند

مطلب یہ ہے کہ جو ہندوستان کے اہلِ نظر ہیں وہ رام کو امامِ ہند سمجھتے ہیں (اقبال نہیں)۔اس مرحلے پر خاکسار رؤف خیر کی نعت شریف کے دو شعر پیش ہیں:

پیاسے لبوں کو آپؐ سے دو گھونٹ کیا ملے
چڑھتا نہیں ہے کوئی سمندر رسولِ پاکؐ
دل میں اُتر کے رہ گیا اُترا جو آپؐ پر
اب کیا پڑھیں صحیفۂ دیگر رسولِ پاکؐ

سیماب اکبر آبادی اپنی کتاب "کرشن گیتا" میں فرماتے ہیں:

مجھے ہندو مذہب کے قدیم اوتاروں میں صرف شری کرشن سے بڑی عقیدت ہے۔ ہندوستان میں پریم اور پریت یعنی عشق و محبت کے جتنے نغمے پھیلے ہوئے ہیں ان کا سرچشمہ میں شری کرشن کی مشہور تاریخی بانسری کو سمجھتا ہوں۔

حیرت ہے مولانا رومی کی پوری مثنوی کا "الہام منظوم" کے نام سے اردو میں ترجمہ کرنے والے سیماب کو مثنوی کا پہلا کلیدی و بنیادی شعر یاد نہ رہا جو فلسفۂ حیات پر مبنی ہے۔

بشنَو از نَے چوں شکایت می کند وز جدائی ہا حکایت می کند

غور سے سنو کہ یہ بانسری کس بات کی شکایت کر رہی ہے۔ اصل سے اپنی جدائیوں کی (درد بھری) داستان یہ سنا رہی ہے۔ رومی کے اس شعر پر اہلِ معرفت سر دھنتے ہیں۔ مقالہ نگار (آفاق خالد) حتمی انداز میں فرماتے ہیں:

اقبال کا اصل میدان نظم ہے گو اقبالنے غزلیں بھی لکھی ہیں۔ جب کہ سیماب کی وجہِ شہرت ان کی غزل ہے اگرچہ سیماب نظمیں بھی لکھتے رہے۔

نظم ہو یا غزل سیماب اکبر آبادی کا علامہ اقبال جیسے بے پناہ شاعر سے تقابل کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ ہمالہ، خضر راہ، مسجد قرطبہ، ذوق و شوق، والدہ مرحومہ کی یاد میں، ابلیس کی مجلسِ شوریٰ، شکوہ جواب شکوہ جیسی ایک نظم بھی سیماب کے سارے ذخیرۂ کلام میں نہیں نکلے گی۔ اسی طرح علامہ اقبال کی بیشتر غزلوں کے بے شمار اشعار عوام و خواص کی زبانوں پر جاری ہیں۔ منبر و محراب سے خطیب و مقرر اقبال کے اشعار سے اپنے طرزِ استدلال کو باوزن و باوقار بنایا کرتے ہیں۔ بچے بچے کی گھٹی میں اقبال کا کلام پڑا ہوتا ہے۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

اور صاحبانِ ذوق کی زبانوں پر اقبال کا یہ شعر کلمۂ حصر کی طرح جاری ہے:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اس کے برخلاف سیماب اکبر آبادی کی حیثیت یہ ہے:

دل کی بساط کیا تھی نگاہِ جمال میں اک آئینہ تھا ٹوٹ گیا دیکھ بھال میں

اس پر دعویٰ یہ ہے:

سیماب لفظ لفظ اترتا ہے عرش سے میری بیاضِ شعر خدا کی کتاب ہے

مقالہ نگار نے صفحہ ۲۵۶ پر لکھا ہے جب مسلمانوں میں مالِ غنیمت کی تقسیم پر اختلاف ہوا تو رسول اللہؐ نے جب خطبہ دیا تو تمام اصحابِ رسول میں اتحاد و اتفاق ہو گیا۔ اس کیفیت کو سیماب نے یوں بیان کیا ہے:

یہ سن کے چیخ اٹھے جتنے جمع تھے انصار
کہا کہ ہم کو تو درکار ہے (ہیں) رسول خدا
بہت سے روئے کچھ ایسے کہ تر ہوئی داڑھی
تڑپ تڑپ کے بہت سے ہوئے نثار و فدا

یہاں خدا کا قافیہ فدا باندھا گیا ہے اور ایک شعر میں بولوں کا قافیہ ڈالوں ہے۔

فرصت عرض ہو تو کچھ بولوں آج جس چیز پر نظر ڈالوں

اپنے رسالے "نگار" میں نیاز فتح پوری، سیماب اور جوش کی شاعری پر کڑی تنقیدیں کرتے رہے جو ان کی کتاب "انتقادیات" میں بھی شامل کی گئی ہیں۔ جوش ملیح آبادی نے چڑ کر نیاز کے خلاف ایک سخت نظم "نقاد" بھی لکھی تھی۔ سیماب اور جوش علامہ اقبال سے بہتر شاعر ہونے کے مدعی تھے۔

علامہ اقبال نے فارسی میں اردو سے دوگنا سرمایۂ شعری چھوڑا ہے جب کہ سیماب کی بڑی مشکل سے واحد نظم "بسنت اور عید قرباں" فارسی میں ملتی ہے۔ مقالہ نگار نے اس اکلوتی فارسی نظم کے صرف دو شعر ہی کوٹ کیے ہیں۔ تیسرا مصرع بے بحر درج کیا گیا ہے۔

بسنت آمد و در ہند غلغلہ انداخت کہ فصل سرخوشی و موسم گل افشانی است
طلوع شد سر عید و لالہ داد اذاں ببیں بخانۂ مسلم چہ خون ارزانی است

ایسا لگتا ہے سیماب بسنت کے تہوار سے تو خوش ہوتے ہیں مگر عید قرباں کے موقع پر مسلمانوں کا اپنے گھروں میں جانوروں کی قربانی دینا، خون بہانا سیماب کو پسند نہیں ہے۔ مقالہ نگار نے تقابلی جائزے میں سیماب کو اقبال پر فوقیت دینے کی بچکانہ کوشش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

۱۔ اقبال کے ترانۂ ملی کے مطابق ساری دنیا مسلمان کی میراث ہے (ہر ملک، ملک ماست کہ ملکِ خدائے ماست یعنی سارا جہاں مسلمان کا وطن ہے)۔ جب کہ سیماب کا وطن مسلم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ انسان ہونے کی وجہ سے ہے۔

۲۔ اقبال کے ہاں عید۔ ہلالِ عید پر نظمیں ہیں یعنی وہ صرف مسلم روایات کے پاس دار ہیں، جب کہ سیماب کی شاعری میں ہولی، دیوالی، بسنت کے تہواروں کا ذکر وطنی تصور کو مضبوط کرتا ہے۔

۳۔ علامہ اقبال دو قومی نظریے کے قائل ہیں جب کہ سیماب ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار ہیں۔

۴۔ اقبال ملتِ اسلامیہ کے شاعر ہیں جب کہ سیماب وطنیت پرست شاعر ہیں۔

ویسے اس مقالے کے ہر باب کا رد مدلل کیا جاسکتا ہے مگر اس کی زد سیماب اکبر آبادی پر پڑتی ہے۔ مقالہ نگار نے سیماب کی وطن پرستی کی خوب تعریف کی ہے۔ سیماب کہتے تھے:

وطن میں مجھ کو جینا ہے وطن میں مجھ کو مرنا ہے
وطن پر زندگی کو ایک دن قربان کرنا ہے
وطن کی خاک سے اٹھا ہوں رنگیں پیرہن ہو کر
وطن کی خاک میں مل جاؤں گا خاکِ وطن ہو کر

ایسے بلند بانگ دعوے کرنے والا شاعر سیماب وطن چھوڑ کر ۱۹۴۹ء کی ایک سہانی صبح One fine morning پاکستان ہجرت کر جاتا ہے۔ وہاں فالج کا شکار ہو کر ڈیڑھ دو سال کے اندر ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء بروز بدھ صبح گیارہ بجے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اور قائد اعظم کے نام سے منسوب (کراچی کے) قائد آباد کے قبرستان میں مزارِ قائد کے قریب سیماب کی تدفین عمل میں آتی ہے۔ مزارِ سیماب کے کتبے پر سیماب ہی کا یہ شعر کندہ ہے:

کہانی ہے تو اتنی ہے فریبِ خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

مراجع:

خالد، آفاق۔ علامہ سیماب اکبر آبادی اور علامہ اقبال کی شاعری کا تقابلی مطالعہ (پی ایچ ڈی کا غیر مطبوعہ مقالہ)۔ فیکلٹی آف لنگویجز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لنگویجز، اسلام آباد۔ پاکستان۔ ۲۰۲۴ء۔

ساحل، سردار۔ "سیماب اکبر آبادی کی کرشن گیتا"۔ ماہ نامہ قومی زبان، تلنگانہ اردو اکاڈمی حیدر آباد۔ جون ۲۰۲۵ء۔

رینا، ٹی آر۔ (مرتب)۔ گیان چند جین کے خطوط مشاہیر ادب کے نام (جلد اوّل)۔ نئی دہلی۔ ۲۰۲۴ء۔

Raoof Khair is a noted Urdu poet, fiction writer, literary critic, and translator from Hyderabad, Telangana, India. His published works include *Khatt-e-Khair* (1997), *Ba-Chashm-e-Khair* (2007), *Qintar* (2008), Khairiyat (2010), *Haq Goyi-o-Bebaki* (2012), *Deccan Ki Chand Hastiyan* (2014) and *Iqbal Ba Chashm-e-Khair* (2017). His writings reflect his engagement with Urdu literary traditions, criticism, and the cultural heritage of the Deccan.